قسط۔۵

شہدائے کربلا

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقویؒ

(۷۰) بریرؑ بن خضیر ہمدانی

اوصاف وخصوصیات

سن رسیدہ تابعی، عبادت گذار اور حافظِ قرآن تھے۔ میں نے ان کے حالات ''تذکرۂ حفاظِ شیعہ'' میں بھی درج کئے ہیں۔ وہ امیرالمومنینؑ کے اصحابؓ میں سے اور کوفہ کے باشندہ، ہمدانی قبیلہ کے اشراف میں سے تھے۔(۱)

ابواسحاق ہمدانی سبعی مشہور محدث وحافظ کے ماموں تھے۔(۲)

مسجد کوفہ میں لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔(۳)

لوگ ان کو سید القرّاء (حفاظ کا سردار) کہتے تھے۔(۴)

ابتدائی حالات

ان کا قیام کوفہ میں تھا، مگر شاید حضرت مسلمؑ کے ورودِ کوفہ کے موقع پر وہ وہاں موجود نہ تھے، اس لئے کوئی ذکر ان کا نظر نہیں آتا۔ بیشک امام حسینؑ کے پاس وہ حرؑ کی ملاقات کے موقع پر موجود تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ راستے میں کسی جگہ وہ امامؑ کے ساتھ ملحق ہوئے ہیں۔

امامؑ کا خطبہ اور اس کا جواب

راہ میں حرؑ کی ملاقات کے بعد جو خطبہ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا ہے جس کے سلسلہ میں زہیر بن قینؓ اور نافع بن ہلالؓ نے تقریریں کیں جو ان کے حالات میں درج ہوچکیں۔ نافعؓ کے بعد بریر کھڑے ہوئے اور کہا:

"واللہ یا ابن رسول اللہ لقد منّ اللہ بك علینا ان نقاتل بین یدیك فقطع فیك اعضاؤنا حتیٰ یکون جدّك یوم القیامۃ بین ایدینا شفیعا لنا فلا افلح قوم ضیّعوا ابن بنت نبیّھم و ویل لھم ماذا یلقون بہ اللہ واف لھم یوم ینادون بالویل والثبور فی نار جھنم۔"

''خدا کی قسم اے فرزند رسولؐ! یہ خدا کا احسان ہے ہم پر کہ ہم کو موقع دیا اس بات کا کہ ہم آپ کے سامنے جنگ کریں اور آپ کی نصرت میں ہمارے اعضاء قطع کئے جائیں یہاں تک کہ آپ کے جد بزرگوار روزِ قیامت ہمارے شفاعت خواہ ہوں کیونکہ وہ جماعت کبھی نجات نہیں پاسکتی جس نے اپنے نبی کے نواسے کو برباد کیا اور وائے ہو ان کے لئے۔ کیا یہ خدا کو منہ دکھائیں گے اور کیا حال ہوگا اس دن جب وہ آتشِ جہنم میں نالہ و

---

(۱) حصّہ اول، ص ۱۵۳-۱۴۹ (۲) ابصار العین، ص ۷۰

(۳) طبری، ج ۶ ص ۲۴۷ (۴) رجال کشی، مطبوعہ بمبئی ص ۸۳

فریاد کرتے ہوں گے۔"[1]

دشمن کی جسارت اور بریرؑ کی گفتگو

عاشور کی شب امامؑ اور ان کے اصحابؓ نے عبادت خدا میں گذاری اور لشکر عمر سعد کا طلایہ کبھی خیام امامؑ کے قریب سے ہو کر گزرتا تھا۔ امامؑ ان آیات کی تلاوت فرمارہے تھے:

"لا یحسبنّ الّذین کفروا انّما نملی لھم خیر لا نفسھم انّما نملی لھم لیزدادوا اثما و لھم عذاب مھین ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ماانتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیّب۔"

"(یعنی) نہ سمجھنا چاہئے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر اختیار کیا ہے کہ ہم جو انہیں مہلت دیتے ہیں یہ ان کے لئے بہتر ہے۔ ہم تو انہیں مہلت دیتے ہیں اس لئے کہ ان کے گناہوں میں اور اضافہ ہو جائے اور ان کے واسطے حقارت آمیز عذاب ہے۔ خدا نہیں چھوڑے گا مومنین کو اس حالت میں جس پر تم ہو جب تک کہ امتیاز نہ کردے ناپاک لوگوں کا پاک لوگوں سے۔"

عمر سعد کے طلایہ کی فوج میں سے ایک شخص نے اسے سنا تو وہ کہنے لگا کہ "خدا کی قسم ہم ہیں پاک لوگ جن کا تم سے امتیاز ہو گیا۔" ضحاکؑ بن عبداللہ مشرقی نے جو اصحاب امامؑ میں سے تھے لیکن درجۂ شہادت پر فائز نہیں ہوئے۔ بیان کیا ہے کہ میں نے اس کو پہچانا اور بریر بن خضیر سے کہا کہ تم جانتے ہو یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: 'نہیں' میں نے کہا: یہ ابوحرب عبداللہ بن شہر سبیعی ہے۔ وہ ایک مسخرہ بیہودہ انسان لیکن بہادر اور جری تھا۔ سعید بن قیس ہمدانی جو امیرالمومنین کی فوج کے ایک سردار تھے، اکثر اس کو جرائم کی پاداش میں قید کر دیا کرتے تھے۔ بریرؓ کو اس امر سے تکلیف محسوس ہوئی کہ یہ انہی کے قبیلہ کا ایک شخص ہے جو اس طرح کہہ رہا ہے۔ انہوں نے پکار کر کہا: 'اے فاسق بھلا تو وہ ہو گا جسے خدا پاک لوگوں میں محسوب کرے!؟"

اس نے کہا: 'تم کون ہو؟' بتایا کہ "بریرؓ بن خضیر"

جاہل انسان کہنے لگا کہ مجھے بڑا صدمہ ہے بریرؓ! تم ہلاک ہوئے خدا کی قسم، بخدا ہلاک ہوئے۔

بریرؓ نے کہا: 'اے ابوحرب! کیوں نہیں توبہ کر لیتا اپنے بڑے گناہوں سے۔ خدا کی قسم پاک لوگ ہم ہیں اور خبیث و ناپاک تم ہو۔' مسخرے شخص نے کہا: 'اور میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔'

ضحاکؑ مشرقی نے کہا: 'پھر یہ جانتے ہو تو عمل کیوں نہیں کرتے ہو۔ اس نے کہا: "قربانت شوم! پھر یزید بن عذرۃ الغنری کی مصاحبت کون کرے گا۔' یہ فوج عمر سعد کا ایک شخص تھا جو اس وقت اس کے ہمراہ تھا۔

معلوم ہو گیا یہ شخص سنجیدہ گفتگو کا اہل نہیں ہے۔ وہ بات کو مذاق میں اڑاتا ہے۔

ضحاکؑ نے کہا: "بہر حال خدا تجھے غارت کرے تو جاہل و احمق ہے۔"[1]

ذوق شہادت

عاشور کی صبح کو ترتیبِ لشکر کے بعد امامؑ نے ایک

---

(۱) ابصار العین، ص ۷۰

(۱) تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۴۰

خیمہ نصب کرایا اور اس میں بعض آداب طہارت کے ادا کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو دروازہ پر خیمہ کے عبدالرحمٰن بن عبدرب انصاری اور بریرؓ کھڑے ہوئے تھے اور آپس میں اس امر پر پُرلطف دھکم دھکا ہو رہا تھا کہ کون امامؑ کے بعد پہلے خیمہ میں جائے گا۔ اس موقع پر بریر عبدالرحمٰن سے مذاق کر رہے تھے۔ عبدالرحمٰن نے کہا: ''چھوڑو ان باتوں کو، اس وقت دل لگی کا موقع نہیں ہے۔''

بریرؓ نے کہا: '' خدا کی قسم! میرے قبیلہ کے تمام لوگ جانتے ہیں کہ میں نے کبھی دل لگی کو پسند نہیں کیا، نہ جوانی میں اور نہ ادھیڑ پن میں۔ لیکن اس وقت تو میں مستقبل کے خیال پر خوش ہوں۔ بخدا ہم میں اور حوروں کی ملاقات میں صرف اتنا فاصلہ ہے کہ یہ لوگ ہم پر تلواریں لے کر حملہ کریں۔ اور مجھے تو تمنا ہے کہ کہیں یہ وقت جلد آئے۔[۱]

فاضل سماوی نے اس واقعہ کو نویں محرم سے متعلق قرار دیا ہے۔[۲] اس کا کوئی ثبوت مجھے نہیں ملا۔

جہاد میں سبقت

حبیب بن مظاہرؓ کے حالات میں یہ لکھا جا چکا ہے کہ جنگ چھڑنے کے بعد سب سے پہلے جو دو (۲) پہلوان دشمن کی طرف سے نکلے وہ یسار اور سالم دو غلام تھے۔ انہوں نے مبارزطلبی کی تو حبیب بن مظاہرؓ اور بریرؓ بن خضیر یہی دو جواں ہمت انسان تھے جو کھڑے ہو گئے مگر امامؑ نے ان کو منع کر دیا۔

یہ بھی وہاں لکھا گیا ہے کہ بریرؓ فوج حسینی کے ان مخصوص اشخاص میں سے تھے جو نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ جب عبداللہ بن عمیر کلبیؒ ان دونوں کے مقابلہ پر نکلے تو انہوں نے کہا کہ تم سے واقف نہیں ہیں۔ ہمارے مقابلہ پر زہیر بن قینؓ یا حبیب بن مظاہرؓ یا بریر خضیرؓ کو آنا چاہئے جس پر عبداللہؓ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے حملہ کر دیا۔[۱]

مباہلہ اور جنگ

واقعہ کربلا میں اصحاب حسینی کے استقلال اور ثبات قدم کا تمام راز ان کے اس یقین و اطمینان میں مضمر تھا جو انہیں اپنی حقانیت کے بارے میں حاصل تھا۔ اس کے مظاہرے مختلف صورتوں سے ہوتے رہتے تھے ان میں سے بڑا شاندار واقعہ یہ ہے جس میں بریرؓ کے اطمینان قلبی کا ثبوت پیش ہوا ہے۔

یزید بن معقل فوج عمر سعد میں، بنی عمیرہ بن ربیعہ میں سے، بنی سلیمۃ بن عبدالقیس کا حلیف تھا۔ اس سے اور بریرؓ سے پرانی شناسائی تھی اور آپس میں مذہبی نوک جھوک بھی ہوا کرتی تھی، وہ صف سے باہر نکلا اور اس نے بریرؓ کو پکار کر آواز دی کہ دیکھا تم نے خدا نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟! بریرؓ نے کہا: ''خدا نے میرے ساتھ تو بڑا اچھا سلوک کیا۔ ہاں تو اپنی کہہ کہ بڑا بدنصیب ہے۔''

یزید نے کہا: ''تم جھوٹ کہتے ہو حالانکہ اس کے پہلے تم کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے، اچھا تمہیں یاد ہے؟ ایک دن ہم اور تم بنی دودان کے کوچہ میں جا رہے تھے اور تم کہہ رہے تھے کہ عثمان بن عفان گنہگار تھے اور معاویہ بن ابوسفیان خود گمراہ اور دوسروں کا گمراہ کرنے والا ہے، اور سچے راہنما اور امام علی بن ابی طالبؑ ہیں۔'' بریرؓ نے کہا: ''میں اس وقت بھی اقرار کرتا ہوں کہ میری رائے یہی ہے اور میں اسی قول پر قائم ہوں۔'' یزید نے کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہ ہو۔'' بریرؓ نے کہا: ''اچھا اس پر تیار ہو

---

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۴۱ (۲) ابصار العین، ص ۷۰

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۴۵

کہ میں تم سے مباہلہ کروں اور ہم دونوں مل کر خدا سے دعا کریں کہ وہ جھوٹے پر لعنت کرے اور جو حق پر ہو اس کے ہاتھ سے باطل پرست کو قتل کرادے۔ پھر میں تم سے نکل کر جنگ کروں۔'' یزید نے اس کو منظور کرلیا۔

دونوں فوجوں کی آنکھیں لڑی ہوئی ہوں گی، حق اور باطل کا سخت مقابلہ اور فیصلہ کن امتحان تھا۔

دونوں نے نکل کر ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور خدا سے دعا کی۔ پھر جنگ کے لئے مقابلہ پر آگئے۔

بس دو ضربتوں کی آمد و رفت ہونے پائی۔ پہلے یزید نے تلوار لگائی جو بریرؓ پر اچٹتی ہوئی پڑی اور کوئی صدمہ انہیں نہیں پہنچا۔ پھر بریرؓ نے تلوار ماری جو خود کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچی وہ گھوڑے پر سے زمین پر گر پڑا اس حالت میں کہ بریرؓ کی تلوار اس کے سر میں قائم تھی اور وہ اسے سر کے اندر سے کھینچ رہے تھے۔

شہادت

رضی بن منقذ عبدی نے بریرؓ پر حملہ کیا اور بریرؓ کے لپٹ گیا، کشتی لڑنے لگا۔ بریرؓ اس کو گرا کر سینہ پر سوار ہوگئے۔ کمینہ بزدل دشمن اب چیخنے لگا اور پکارنے لگا: ''کہاں ہیں جنگجو پہلوان، کہاں ہیں مدافعت کرنے والے جوان۔'' کعب بن جابر بن عمرو ازدی حملہ کے لئے آگے بڑھا۔ عفیف بن زہیر بن ابی الاخنس جو واقعۂ کربلا میں لشکر عمر سعد میں موجود تھا اس کا بیان ہے کہ میں نے کعب سے کہا یہ تو بریرؓ بن خضیر وہ حافظ قرآن ہیں جو ہم کو مسجد میں قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ مگر اس نے سماعت نہ کی اور پشت کی جانب سے بریرؓ پر نیزہ کا وار کردیا۔ بریرؓ کو نیزہ کی انی کا احساس ضرور ہوا۔ مگر چارۂ کار کوئی نہ تھا۔ انی سینہ کے پار تھی اور بریرؓ اپنے دشمن کے سینہ پر سے الگ گرے ہوئے تھے۔ پھر اس نے تلوار لگا کر بالکل بریرؓ کا کام تمام کردیا۔ رضی بن منقذ جس نے ابھی بریرؓ کے مقابلہ میں شکست کھائی تھی کپڑوں سے خاک جھاڑتا ہوا کھڑا ہوگیا اور قاتل بریرؓ کا شکریہ ادا کرنے لگا کہ تم نے مجھ پر آج وہ احسان کیا جس کو میں کبھی نہ بھولوں گا۔ [1]

انجام ستم

حسینؑ کے ساتھ والے مجاہد اپنے حسن عمل میں تمام عرب میں شہرۂ آفاق تھے۔ وہ مال و جاہ دنیا کی ہوس تھی جو ان کے خلاف شمشیر زنی پر آمادہ کرتی تھی۔ مگر بعد میں انہیں خود اپنے وابستگان اعزا و اقارب کی طرف سے لعنت و ملامت سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ قتل کرنے والے ظالم خود اپنے کردار کی برائی کا اقرار نہ کریں اور اپنے غلط طریقۂ کار پر اصرار رکھیں۔ بریرؓ کا قاتل کعب بن جابر جب کوفہ واپس گیا تو اس کی بیوی یا اس کی بہن نوّار بنت جابر نے کہا کہ تو نے غضب کیا، فرزند فاطمہ زہراؑ کے خلاف تو نے جنگ کی اور سید القراء (بریرؓ) کو قتل کیا۔ تو نے بڑا عظیم اقدام کیا ہے۔ میں تجھ سے اب کبھی بات نہیں کروں گی۔ اسے سن کر کعب بن جابر نے کچھ اشعار نظم کئے۔ جنہیں میں نے 'قاتلان حسینؑ کا مذہب' میں درج کیا ہے، ان میں سے آخری شعر جسے وہاں نہیں لکھا گیا ہے حسب ذیل ہے:

قتلت بریرا ثمّ حملت نعمة
ابا منقذ لمّا دعا من یماصع

''میں نے بریر کو قتل کیا اور ابو منقذ کو اپنا
احسان مند کیا جب کہ وہ پکار اٹھا تھا کہ کون
میری مدد کرتا ہے۔''

---

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۴۷

بے دین جاہل شخص بریر کے قتل پر فخر کر رہا ہے۔
عبدالرحمن بن جندب کی روایت ہے کہ میں نے اس کو مصعب بن زبیر کے زمانہ میں یہ کہتے سنا کہ خداوندا! ہم نے وفاداری سے کام لیا۔ ہمارے ساتھ وہ سلوک نہ کرنا جو غداروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میرے باپ جندب نے کہا کہ بالکل سچ۔ وفاداری کے معنی یہی ہیں! بیشک تو نے اپنے نفس کے ساتھ خود برائی کی۔ ہٹ دھرم ظالم کہنے لگا: ''ہرگز نہیں میں نے کوئی برائی نہیں کی۔ میں نے تو اپنے نفس کے ساتھ اچھا ہی سلوک کیا۔'' مگر وہی رضی بن منقذ جس کی حمایت پر وہ آج فخر کر رہا تھا اس نے اس طرح اپنے خیالات کا اظہار کیا:-

لو شاء ربّی ما شهدت قتالهم
ولا جعل النعماء عندی ابن جابر
لقد کان ذالک الیوم عارا و سبّة
یعیّره الابناء بعدالمعاشر
فیالیت انی کنت من قبل قتله
ویوم حسین علیه السلام کنت فی رمس قابر

''(یعنی) مقدر میں اس طرح لکھا نہ ہوتا تو میں اس جنگ میں شریک نہ ہوتا اور نہ ابن جابر کا احسان مجھ پر ہوتا۔ وہ دن ہمیشہ کے لئے ایک عار و ننگ کا موقع تھا جو نسلوں تک طعن و تشنیع کا باعث رہے گا۔ کاش میں بریر کے قتل اور حسینؑ سے مقابلہ کے دن سے پہلے مر کر قبر میں پہنچ گیا ہوتا۔''[1]

یہ ہر کمزور نفس کے انسان کا خاصہ ہے کہ وہ اپنی بداعمالیوں کو تقدیر کے حوالہ کرتا ہے۔

---

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۴۸

بریر کی شہادت کے وقت کا تعین حقیقۃً نہیں ہو سکا ہے۔ ان کی جنگ کی صورت اور واقعہ شہادت کی نوعیت کی بنا پر میرا خیال یہ ہے کہ وہ اوائل جنگ میں شہید ہوئے ہیں۔

ابن شہر آشوب نے ان کی شہادت کو حر کے بعد لکھا ہے۔ اور تحریر کیا ہے کہ ان کو بحیر بن اوس ضبی نے شہید کیا۔[1]

مگر یہ لوگ خود حر کی شہادت کو اوائل جہاد میں بتلاتے ہیں۔ حالانکہ حر جیسا کہ میں نے لکھا ہے نماز ظہر کا وقت آنے کے بعد شہید ہوئے ہیں۔

بہت ممکن ہے کہ میں دوسرے ایڈیشن میں بریر کے تذکرہ کو حصہ اول میں ظہر کے قبل شہید ہونے والے اصحاب میں جگہ دے دوں۔

(۱۷) شوذب بن عبداللہ

غلام زادوں میں سے قبیلۂ ''شاکر'' کے تھے جو ''ہمدان'' کی ایک شاخ تھی۔

اور عابس بن ابی شبیب شاکری کے ساتھ جن کا تذکرہ ابھی ان کے بعد آئے گا، اتصال رکھتے تھے۔ وہ شیعیان کوفہ میں اپنے اوصاف کی بناء پر نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ اور ایک طرف تو میدان جنگ کے شہسوار تھے، دوسری طرف احادیث کے حافظ تھے اور امیرالمومنین سے استفادہ کئے ہوئے تھے۔ وہ کوفہ میں اس باب میں مرجعیت کی حیثیت رکھتے تھے اور لوگ ان سے احادیث حاصل کرنے آیا کرتے تھے۔[2]

جب عابس جناب مسلم کا خط لے کر کوفہ سے مکہ معظّمہ روانہ ہوئے جس کا تذکرہ اس کے بعد آئے گا تو

---

(۱) مناقب مطبوعہ بمبئی، ج ۴ ص ۹۴ (۲) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۸۸

شوذب ان کے ساتھ گئے اور امام کے ساتھ مکہ معظّمہ سے پھر عراق آئے اور کربلا پہنچے۔ (۱)

روز عاشور عابس نے اپنے باوفا غلام سے کہا: ''کیوں شوذب تمہارا کیا ارادہ ہے؟'' شوذب نے کہا: ''ارادہ کیا ہے؟ یہی کہ آپ کے ساتھ رہ کر فرزند رسولؐ کی نصرت میں جنگ کروں اور قتل ہوں۔''

عابس نے کہا: ''شاباش'' مجھے تم سے یہی امید تھی۔ اچھا تو پھر بڑھو آگے اور امام کے اوپر جان نثار کرو تاکہ امام تمہاری مصیبت بھی اس طرح دیکھ لیں جیسے اپنے دوسرے اصحاب کی اور میں بھی تمہارے غم کو برداشت کر کے ثواب کا مستحق بنوں۔ یقیناً اگر اس وقت کوئی ایسا شخص میرے ساتھ ہوتا جس پر مجھے اس سے زیادہ اختیار ہوتا جتنا مجھے تم پر اختیار حاصل ہے تو میری خوشی ہوتی کہ وہ میرے سامنے جائے تاکہ میں اس کی مصیبت کو برداشت کروں کیونکہ آج تو دن ایسا ہے جس میں جتنا انسان سے ہو سکے اتنا اجر و ثواب حاصل کر لے کیونکہ آج کے دن کے بعد پھر عمل کا دفتر ختم ہے اور حساب کے سوا کچھ نہیں ہے۔''

میں نے اس گفتگو پر ''محاربۂ کربلا'' (۲) میں تبصرہ کیا ہے۔

شوذب آگے بڑھے۔ امام حسینؑ کو سلام کیا اور پھر جنگ کر کے شہید ہوئے۔ (۳)

وہ غلام عالم کے سرتاجوں سے زیادہ عزت دار تھا کہ اس پر امامؑ نے زیارت شہداء میں سلام کیا:-

''السلام علیٰ شوذب مولیٰ شاکر۔''

---

(۱) ابصار العین، ص ۷۶ (۲) محاربۂ کربلا، ص ۵۵-۵۴

(۳) طبری، ج ۶ ص ۲۵۴

(۷۲) عابس بن ابی شبیب شاکری

نام و نسب

عابس بن ابی شبیب بن شاکر بن ربیعہ بن مالک بن صعب بن معویۃ بن کثیر بن مالک بن جشم بن حاشد الہمدانی الشاکری۔ بنو شاکر قبیلۂ ہمدان کی ایک شاخ تھی۔ اور ان ہی کی نسبت امیر المومنینؑ نے روز صفین فرمایا تھا کہ اگر ان کی تعداد ایک ہزار ہو جائے تو خدا کی عبادت اس طرح ہونے لگے جس طرح ہونا چاہئے۔

یہ لوگ عرب میں بڑے شجاع اور جنگ آزما تھے اور ''فتیان الصباح'' کے لقب سے مشہور تھے۔ اس کے معنی ہوئے ''وقت صبح کے جوانمرد'' چونکہ غارت گری اور جنگ زیادہ تر اوقات صبح میں ہوتی تھی اس لئے اس وقت کی طرف نسبت دی گئی ہے۔

ہمدان کی ایک دوسری شاخ، بنو وادعہ کے پاس ان لوگوں نے جا کر قیام کیا تو وہ لوگ بھی اسی لقب سے ملقب ہو گئے اور اسی لئے عابس کو شاکری بھی کہا جاتا ہے اور وادعی بھی۔ (۱)

شیخ الطائفہ نے اپنے رجال میں اصحاب امام حسینؑ کے ذیل میں ان کے والد کا نام ابو شبیب ہی لکھا ہے۔ علامہ مامغانی نے اس کی تبعیت کرتے ہوئے ان کو 'عابس بن ابی شبیب' کے نام سے معنون کرنے کے بعد نہ معلوم کس بنا پر یہ لکھ دیا ہے کہ ''**ظاهر غیره کون شبیب بغیر کلمة ابی اسما لا بیه لا کنیة له**'' شیخ طوسی کے علاوہ دوسرے لوگوں کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے باپ کا نام شبیب تھا ''ابی'' کی لفظ کے بغیر، نہ ابو شبیب کنیت کے طور پر۔ (۲)

---

(۱) ابصار العین، ص ۷۴ (۲) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۱۱۲

ممکن ہے کسی کتاب میں ایسا ہو لیکن ہمارے سامنے تاریخ طبری موجود ہے۔ اس میں بھی جہاں جہاں ان کا ذکر ہے ''عابس بن ابی شبیب'' ہی لکھا ہے۔[1]

زیارت شہداء کے بعض نسخوں میں **السلام علی عابس بن شبیب** ہے۔ لیکن اسی زیارت کو سپہر کاشانی نے جو درج کیا ہے اس میں **السلام علیٰ عابس بن ابی شبیب الشاکری** ہے۔[2]

اوصاف

وہ شیعیان کوفہ میں سے رئیس قوم، بہادر، مقرر، عبادت گذار اور شب زندہ دار تھے۔ بہت سی لڑائیوں میں کارنمایاں انجام دے چکے تھے۔ اور دلوں میں اُن کی شجاعت کا سکہ قائم تھا۔

جلسہ میں تقریر

اُس موقع پر جب جناب مسلم بن عقیل کوفہ میں وارد ہوئے اور آپ نے مختار کے گھر میں قیام فرمایا اور شیعیان کوفہ کا اجتماع ہوا اور مسلم نے امامؑ کا خط پڑھ کر سنایا تو اُس وقت سب سے پہلے عابس بن شبیب شاکری ہی کھڑے ہوئے تھے اور انھوں نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا:-

''**اما بعد فانی لا اخبرک عن الناس، ولا اعلم مافی انفسھم وما اغرک منھم واللہ احدثک، عما انّا موطن نفسی علیہ، واللہ لا جیبنّکم، اذا دعوتم، ولا قاتلنّ معکم، عدوکم و، لا ضربنّ بسیفی دونکم حتی القی اللہ، لا ارید بذلک الا ماعنداللہ۔**''

''میں آپ کو دوسرے لوگوں کی نسبت کچھ بتانا، نہیں چاہتا ہوں، اور مجھے نہیں معلوم کہ ان کے دلوں میں کیا ہے اور میں آپ کو ان کے بارے میں مبتلائے فریب نہیں بنانا چاہتا۔ بخدا میں آپ کو وہ بتلاتا ہوں جس کو میں نے اپنے دل میں ٹھان لیا ہے۔ بخدا میں جب آپ آواز دیجئے گا تو آپ کی صدا پر حاضر ہوں گا، اور آپ لوگوں کے ساتھ آپ کے دشمن سے جنگ کروں گا اور اپنی اس تلوار سے آپ کی طرف سے جہاد کروں گا یہاں تک کہ خدا سے ملاقات کروں۔ اس سے میرا مقصود سوائے خوشنودیٔ خدا کے کچھ اور نہیں ہوگا۔''

دیکھا جائے تو عابس کی یہ مختصر تقریر بڑی معنی خیز ہے۔ وہ عام اہل کوفہ پر بے اعتمادی کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ ان کے ارادوں کے ثبات اور مواعید کے استقلال کی کمزوری کا انکشاف کر رہے ہیں اور اسے ایک فریب نگاہ قرار دے رہے ہیں۔ بیشک وہ صرف اپنے نفس کی ذمہ داری کر رہے ہیں اور عہد وفاداری کے پورا کرنے کی قسم کھا رہے ہیں۔

اس امر سے عابس کی شخصیت کا ممتاز درجہ بھی سامنے آجاتا ہے کہ اس جلسہ میں بڑے بڑے صاحب مرتبت اشخاص موجود تھے، جیسے حبیب بن مظاہر، سعید بن عبداللہ حنفی وغیرہ۔ لیکن ان تمام لوگوں میں عابس نے تقدم کی جرأت کی اور ان کی تقریر اتنی جامع اور پرمغز تھی کہ حبیب بن مظاہر نے ان کی تعریف کی اور کھڑے ہوکر کہا:-

---

(۱) طبری، ج۶ ص۱۹۹ و۲۱۱ و۲۵۴ (۲) ناسخ التواریخ، ج۶ ص ۳۱۴

رحمک الله قد قضیت
مافی نفسک بوا جزمن قولک

''خدا اپنی رحمت تمہارے شامل حال کرے۔تم نے کتنے مختصر الفاظ میں اپنے پورے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔''

اس کے بعد انھوں نے اپنی طرف سے نصرت و اعانت کی اسی طرح ذمہ داری کی جس طرح عابس نے کی تھی۔ [1]

کوفہ سے روانگی

جب جناب مسلم کی کوفہ میں اٹھارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔آپ نے صورت حال سے امام کو مطلع کرنے کے لئے خط لکھا۔ یہ خط آپ نے عابس بن ابی شبیب شاکری ہی کو دیا کہ وہ امام کے پاس لے جائیں۔ چنانچہ عابس اس خط کو لے کر امام کے پاس گئے۔ [2]

اسی لئے جناب مسلم کے واقعہ میں آپ کی جنگ اور شہادت کے موقع پر پھر عابس کا نام دکھلائی نہیں دیتا۔ وہ امام کے تھے اور پھر آپ سے جدا نہیں ہوئے یہاں تک کہ کربلا پہنچے، ان کا غلام شوذب ان کے ساتھ تھا۔

جذبۂ قربانی

ابھی شوذب بن عبداللہ کے حال میں عابس کے وہ الفاظ درج ہو چکے ہیں جو انھوں نے اپنے باوفا غلام سے کہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ''اگر میرے پاس اس وقت کوئی ایسا شخص ہوتا جو تجھ سے زیادہ میرے ساتھ خصوصیت رکھتا ہوتا تو میری خوشی ہوتی کہ وہ میرے سامنے جا کر قتل ہوتا کہ اس کی مصیبت کو میں برداشت کروں اور اجر کا مستحق بنوں۔ کیونکہ آج کا وہ دن ہے جس میں ہم کو ہر امکانی ذریعہ سے آخرت کے ثواب کا استحقاق حاصل کرنا ہے۔ پھر آج کے دن کے بعد عمل کا موقع نہیں ہے۔''

یہ وہ الفاظ ہیں جنھیں اطمینانی مواقع پر شاعری کے طور پر ہر شخص کہہ سکتا ہے۔لیکن عین مصیبت کے موقع پر واقعی طور پر ان کا کہنا بہت مشکل ہے معلوم ہوتا ہے مصائب کے اٹھانے کا ایک شوق ہے اور تکالیف کے برداشت کرنے کا جذبہ جوخود اختیاری طور پر عملی اقدامات کا محرک ہے۔ آپ یہ سن چکے کہ غلام گیا اور شہید ہو گیا۔ آج اس کو وہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ اس کے مالک کے تذکرہ سے پہلے اس کا ذکر سامنے آیا۔لیکن حقیقۃً وہ عابس ہی کی قربانی کا ایک باب ہے جو تمہید کی صورت سے مقدم ہو گیا ہے۔

امام سے رخصت

شوذب کے قتل ہونے کے بعد عابسؑ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:-

''بخدا روئے زمین پر کوئی ایسا نہیں جو مجھے آپ سے زیادہ عزیز اور آپ سے زائد محبوب ہو۔ اگر مجھے قدرت ہوتی کہ میں اپنی جان سے زیادہ کوئی عزیز شئے آپ کی خدمت میں پیش کروں تو اسے پیش کرتا مگر اب تو بس میری جان ہی باقی ہے۔تو پھر اجازت دیجئے۔ میں آخری سلام کرتا ہوں۔اور خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ میں آپ کے اور آپ کے باپ کے دین پر قائم ہوں۔''

ان الفاظ کو کہہ کر امام سے رخصت ہوئے۔

بے مثال جنگ

عابس تلوار کھینچے ہوئے فوج دشمن کے سامنے آئے، ان کی پیشانی پر اس وقت ایک زخم تھا جو شائد پہلے کے

---

(۱) طبری، ج ۶ ص ۱۹۹ (۲) طبری، ج ۶ ص ۲۱۱

حملوں میں آ گیا تھا۔فوج کوفہ کا ایک شخص ربیع بن تمیم جو واقعہ کربلا میں موجود تھا، بیان کرتا ہے کہ میں نے عابس کو آتے دیکھا تو پہچان لیا۔میں انھیں اس کے پہلے لڑائیوں میں دیکھ چکا تھا اور ان کی شجاعت سے واقف تھا۔ میں نے کہا: ''ایہا الناس! یہ شیروں کا شیر ہے، یہ ابن شبیب ہے۔ دیکھو کوئی ایک شخص تم میں سے اس کے مقابلہ کو باہر نہ نکلے۔''

عابس نے آواز دینا شروع کی ''الا رجل الرجل'' کیا کوئی مرد میداں نہیں جو ایک مرد میداں کے مقابلہ کو نکلے۔''

طبری کے مطبوعہ نسخہ میں یہی الفاظ ہیں۔'ابصار العین' میں ہے: ''الا رجل الا رجل'' ''کیا کوئی مرد نہیں ہے، کوئی مرد نہیں ہے؟'' مگر فوج میں سے ایک شخص بھی باہر نہ نکلا۔عمر سعد نے کہا: ''اس بہادر کو پتھر مارنا شروع کردو۔''

ہر طرف سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ یہ عجیب طریقۂ جنگ دیکھ کر عابس نے زرہ اور خود و بکتر اتار کر پھینک دیا اور تلوار لئے فوج پر ٹوٹ پڑے جس صف کی طرف رخ کرتے تھے سینکڑوں آدمی ان کے سامنے سے بھاگتے نظر آتے تھے۔

شہادت

تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد فوج کے بڑے حصہ نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور قتل کیا۔ان کو شہید کرنے کے بعد ان کا سر قلم ہوا اور بہت سے آدمیوں نے فوج کے آپس میں جھگڑنا شروع کیا۔ ہر ایک کہتا تھا اس شخص کو میں نے قتل کیا۔عمر سعد نے اس کا یہ کہہ کر فیصلہ کیا کہ جھگڑا نہ کرو۔اس شخص کا قاتل کوئی ایک نہیں ہوسکتا۔تم سب اس کے قاتل ہو۔ اس طرح یہ نزاع برطرف ہوئی۔[۱]

---

(۱) تاریخ طبری، ج ٦ ص ۲۵۴

(۷۳) عبداللہ بن عروہ بن حراق الغفاری

یہ وہی قبیلہ ہے جس کو حضرت ابوذر کی نسبت کا شرف حاصل ہے۔حراق غفاری اصحاب امیرالمومنینؑ میں سے تھے اور حضرت کے ساتھ جمل، صفین اور نہروان میں شریک رہے تھے۔ان کے دونوں پوتے عبداللہ بن عروہ اور عبدالرحمن بن عروہ اشراف وشجاعان کوفہ میں اور شیعیان علیؑ ابن ابی طالب میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ یہ دونوں بھائی امام حسینؑ کے پاس کربلا میں آکر پہنچے اور حضرت کے انصار میں شامل ہوئے۔[۱]

روز عاشور بعد ظہر جب اصحاب امامؑ کی تعداد بہت کم رہ گئی اور دشمن کی یورش بہت بڑھ گئی تو اصحاب ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے اور ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ ہم پہلے اپنی جان نثار کریں۔

چنانچہ یہ دونوں بھائی خدمت امام میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''یا ابا عبداللہ! ہمارا سلام قبول کیجئے۔ دشمن اب آگے بڑھے چلے آتے ہیں اور ہمارا بس نہیں چلتا، اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ خود آپ کے سامنے قتل ہوجائیں۔اور آپ کی حفاظت میں اپنی جان نثار کریں۔''

حضرت نے فرمایا: ''خدا تمہارا بھلا کرے، آؤ میرے قریب آؤ۔''

یہ دونوں امامؑ کے پاس کھڑے ہوگئے اور ایک ان میں سے یہ رجز پڑھ رہا تھا:-

قد علمت حقّا بنو غفار
وخندف بعد بنی نزار
لنضربنّ معشر الفجار
بکل عضب صارم بتّار

---

(۱) ابصار العین، ص ۱۰۴

یا قوم ذو دواعن بنی الاحرار
بالمشرفّی والقنا الخطّار

''حقیقۃً تمام بنی غفار اور خنذف و بنی نزار کے قبائل اس امر سے واقف ہیں کہ ہم فاسق و فاجر گروہ پر حملے کریں گے، ہر باڑھ دار براں شمشیر کے ساتھ۔ اے میرے ساتھیو! شریف خاندان کی طرف سے شمشیر و نیزہ کے ساتھ جنگ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو۔''

طبری کے الفاظ یہی ہیں کہ ''کان احدھما یقول'' ان میں سے ایک یہ رجز پڑھ رہا تھا[1]:-

لیکن مؤلف 'ابصار العین' نے لکھا ہے:-

''ان احدھما لیر تجز و یتمّ له الاٰخر فیقولان۔''

''(یعنی) ایک ان میں سے رجز کا مصرع شروع کرتا تھا اور دوسرا اس شعر کو ختم کرتا تھا۔ اس طرح دونوں مل کر رجز پڑھ رہے تھے۔''[2]

آخر وہ دونوں شہید ہوئے۔

طبری نے ان کا نام عبداللہ بن عزرہ اور عبدالرحمن بن عزرہ غفاری لکھا ہے۔ اسی کا تتبع میں نے پہلے کیا ہے۔[3]

مگر زیارت شہداء میں ''عزرہ'' کے بجائے ''عروہ'' ہے اور ابن شہرآشوب نے بھی یہی لکھا ہے۔[4]

مولّف 'ابصار العین' بھی اسی کے موافق ہیں۔ علامہ مامغانی لکھتے ہیں کہ رجال شیخ کے بعض نسخوں میں ''عبدالرحمن بن عزرہ'' ہے اور منہج المقال کے ایک نہایت صحیح اور معتبر نسخہ میں بھی رجال شیخ سے یہی منقول ہے۔ لیکن خود رجال شیخ کے معتبر اور تصحیح شدہ نسخہ میں عروہ ہے اور تمام کتب سیر و مقاتل اسی پر متفق ہیں۔[1]

صاحب 'مناقب' نے عبداللہ بن عروہ کو 'حملہ اولیٰ' کے مقتولین میں قرار دیا ہے۔

سپہر کاشانی نے عبداللہ اور عبدالرحمن کے تذکرہ کے بجائے یہ جدت آفرینی کی ہے کہ ان اصحاب کی فہرست میں جن کا ذکر بحار اور دوسری کتابوں میں نہیں ہے محمد بن مطاع کی شہادت کے بعد 'جابر بن عروہ غفاری' کی جنگ درج کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

''از پس او چنانکه در شرح شافیه مرقوم است وابو مخنف حدیث می کند جابر بن عروه غفاری که مردے سانحو ردۂ و پارسا بود و در غزوۂ بدرو دیگر غزوات ملازمت خدمت مصطفیٰ صلی اللہ علیه وآله می فرمود و عصا به بر پیشانی بسته بود که جلد ابروہائے او فرو نیفتد و چشمِ اورا از دید ار بازند ارد حسین علیه السلام چون نگریست که جابر آہنگِ جنگ دارد فرمود شکر اللہ سعیک یا شیخ و جابر ایں شعر را بادجوزہ قرأت کرد:-

قد علمت حقاً بنو غفار
وخنذف ثم بنو نزار

---

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۵۳ (۲) ابصار العین، ص ۱۰۴

(۳) محاربۂ کربلا، ص ۴۹ (۴) مناقب ابن شہرآشوب، ج ۴ ص ۹۹

(۱) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۱۴۶

بنصر نا لا حمدالمختار
یا قوم حامو ا عن بنی الاطهار
الطیبین الساداۃ الاخیار
صلّی علیهم خاتو الابرار

پس آغاز جنگ نمود و در
پیش روئے امام علیه السلام
ہشتادتن مرد رزم آزمائے را
بخاک انداخت وخود نیز جائے
بپرداخت۔[۱]

اب اس حکایت کے متعلق میں کیا کہوں اگر صاحب ناسخ کچھ بھی تحقیقات سے کام لیتے تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ صحابہ میں اور خصوصاً جنگ بدر کے شریک ہونے والوں میں جابر بن عروہ غفاری کوئی شخص نہیں ہے۔

جو رجز درج کی گئی ہے اس کا پہلا شعر تقریباً بالکل وہی ہے جو عبداللہ بن عروہ غفاری کے حال میں درج ہوا۔

شرح شافیہ بالکل مجہول ہے۔ اور ابومخنف کی نہ معلوم یہ کس طرح کی حدیث ہے جس کی خبر نہ طبری کو تھی اور نہ ابن شہر آشوب کو نہ علامہ مجلسی کو۔ اور براہ راست صرف صاحب ناسخ کو اس کی اطلاع ہو سکی۔

(۷۴) عبدالرحمن بن عروہ غفاری

وہ اپنے بھائی عبداللہ کے ساتھ کربلا آئے۔ اور ان ہی کے ساتھ میدان جہاد میں نکلے اور لڑ کر شہید ہوئے۔ زیارت شہداء میں بھی ان دونوں بھائیوں پر ساتھ ساتھ سلام کیا گیا ہے:-

"السلام علی عبداللہ و عبدالرحمٰن
ابنی عروۃ بن حراق الغفاریّین۔"

---

(۱) ناسخ التواریخ، ج۶ ص ۲۷۸

(۷۵) حنظلہ بن اسعد شبامی

نام ونسب

حنظلہ بن اسعد بن شبام بن عبداللہ بن اسعد بن حاشد بن ہمدان الہمدانی الشبامی۔

سپہر کاشانی نے حنظلہ بن اسعد شامی لکھا ہے۔[۱] یہ بالکل غلط ہے، زیارت شہداء میں، جسے ناسخ نے درج کیا ہے، السلام علی حنظلۃ بن اسعد الشیبانی لکھا ہے۔[۲]

یہ بھی غلط ہے۔ صحیح "شبامی" ہے جیسا کہ زیارت کے دوسرے نسخوں میں موجود ہے۔ بنو شبام قبیلۂ ہمدان کی شاخ تھے۔[۳]

اوصاف

حنظلہ شیعیان کوفہ میں سے نام آور اور خوش تقریر، بہادر اور حافظ قرآن تھے۔ ان کے ایک فرزند علی تھے جن کا ذکر تاریخ میں موجود ہے۔[۴]

میں نے تذکرۂ حفاظ شیعہ میں ان کا حال اسی لئے درج کیا ہے کہ وہ حافظ قرآن تھے۔[۵]

حنظلہ امام کے پاس حضرت کے کربلا وارد ہونے کے بعد پہنچے اور امام نے گفتگوئے صلح کے دوران میں اکثر ان کو عمر سعد کے پاس نامہ و پیام کے ساتھ بھیجا ہے۔

تقریر

روز عاشور ظہر کے بعد جب اصحاب میں سے بہت سے افراد شہید ہو چکے ہیں تو وہ امام کے سامنے آ کر کھڑے ہوئے اور فوجِ کوفہ کو مخاطب کر کے با آواز بلند کہنے لگے:-

---

(۱) ناسخ التواریخ، ج۶ ص ۲۷۱ (۱) ناسخ التواریخ، ج۶ ص ۳۱۴

(۳) ابصار العین، ص ۷۷ (۳) ابصار العین، ص ۷۷

(۴) تذکرۂ حفاظ شیعہ، حصہ اول ص ۵۴ تا ۱۵۶

"یا قوم انّی اخاف علیکم، مثل یوم الاحزاب مثل دأب، قوم نوح و عاد و ثمودوالذین، من بعدھم وماالله یرید ظلما، للعباد و یا قوم انّی اخاف، علیکم یوم التناد، یوم تولّون مدبرین مالکم، من الله من عاصم، ومن یضلل الله فما لہ من ھاد، یا قوم لا تقتلوا حسینا، فیسیحتکم الله بعذاب وقد خاب من افتریٰ۔"

''اے میری قوم کے لوگوں مجھے تمہارے متعلق اندیشہ ہے اس دن کا جو بہت سی قوموں کونصیب ہوا۔ جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد، والوں کا انجام ہوا اور خدا بندوں پر ظلم نہیں، کرتا بلکہ ان کی بداعمالیوں ہی کا بدلا دیتا ہے، اے میری قوم میں تمہارے لئے اندیشہ رکھتا، ہوں قیامت کے دن سے۔ جس وقت تم اس دنیا سے، پشت پھراؤ گے اور کوئی تمہارا بچانے والا خدا، کے عذاب سے نہ ہوگا اور جس کی ہدایت سے خدا ہاتھ، اٹھائے اس کا ہدایت کرنے والا کوئی نہیں ہے ۔ اے میری قوم والو! حسینؑ کوقتل نہ کرو، نہیں تو خدا تم پر عذاب نازل کرے گا اور جھوٹ کہنے والے کا انجام ناکامی ہے۔''

دشمن پر ایسی تقریروں سے اثر ہی کب ہوتا تھا۔ امام نے پکار کر فرمایا: ''اے ابن سعد! خدا اپنی رحمت تمہارے شامل حال کرے۔ یہ لوگ عذاب کے مستحق تو اسی وقت ہو گئے جب انھوں نے حق کی بات کو قبول نہ کیا اور تم لوگوں کے خلاف فوج کشی کی۔ چہ جائیکہ اب؟ اب تو یہ تمہارے بہت سے نیک ساتھیوں کو قتل بھی کر چکے ہیں۔''

حنظلہ نے کہا: ''حضور سچ فرماتے ہیں۔ حضور سے بڑھ کر ان باتوں کو کون سمجھ سکتا ہے۔ اچھا پھر ہم بھی نہ جائیں خدا کی طرف اور اپنے بھائیوں سے ملحق ہوں؟''

اذن جہاد

ان الفاظ میں حنظلہ نے اجازت جنگ طلب کی تھی۔ امام نے فرمایا: ''جاؤ، دنیا و آخرت کی نیکی اور ایسی سلطنت کی طرف جس کو زوال نہیں ہے۔''

شہادت

حنظلہ نے رخصتی سلام کیا۔ میدان جنگ میں گئے۔ لڑے اور شہید ہو گئے۔ [1]

(۷۶) سیف بن حارث بن سریع بن جابر ہمدانی

یہ اور مالک بن عبد بن سریع جن کا ذکر ابھی ان کے بعد آئے گا دونوں آپس میں چچازاد بھائی اور ایک ماں کی اولاد تھے اور کربلا میں ان دونوں میں جب صلح کی گفتگو ہو رہی تھی آ کر امام کے ساتھ ملحق ہوئے۔ [1]

ان کا غلام شبیب بھی ان کے ساتھ تھا۔ [2]

روز عاشور جب بازار شہادت گرم ہو گیا تو دونوں جوان امام کی خدمت میں آئے اور نزدیک کھڑے ہو کر رونے لگے۔

یہ ان کے دل کی بےچینی تھی جس نے الفاظ کو سرشک غم

---

(۱) طبری، ج۶ ص ۲۵۴ (۲) تنقیح المقال، ج۳ ص۷۸

(۳) ابصار العین، ص۷۸

کی صورت میں تبدیل کر دیا تھا۔ ان کے منہ سے رنج کی وجہ سے بات نہیں نکلتی تھی۔ مگر کیا کہنا امام کے اطمینان قلب کا۔ آپ نے فرمایا: ''کیوں میرے بھائی کے فرزندو روتے کیوں ہو؟ دیکھو تھوڑی دیر میں تمہیں خوشی ہی خوشی کے سامان مہیا ہوں گے''۔

دونوں نے عرض کیا: ''ہماری جان آپ پر قربان۔ ہم اپنے لئے تھوڑی روتے ہیں۔ ہمیں تو آپ کی بے کسی پر رونا آ رہا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے، اور ہم سے آپ کی حفاظت کا امکان نہیں رہا ہے۔''

حضرت نے فرمایا: ''خدا تم دونوں کو جزائے خیر دے اے میرے بھائی کے فرزندو! تمہارے اس صدمہ پر جو میری وجہ سے ہے اور اس ہمدردی پر جو تمہیں میرے ساتھ ہے خدا تمہیں بہترین جزا عطا فرمائے۔ (۱)

حنظلہ بن اسعد شبامی کی شہادت کے بعد ان دونوں آدمیوں نے امام کو سلام رخصت کیا اور لڑ کر شہید ہوئے۔ (۲)

ان کے غلام شبیب کی شہادت کا ذکر 'حملۂ اولیٰ' کے شہداء میں ہو چکا ہے۔ (۳)

(۷۷) مالک بن عبد بن سریع

ان کا ذکر ابھی ان کے چچازاد بھائی اور ماں کے فرزند سیف بن حارث بن سریع کے حال میں ہو چکا ہے۔

یہ دونوں بھائی ساتھ ہی آئے ساتھ ہی امام سے رخصت ہوئے اور ساتھ ہی لڑ کر شہید ہوئے۔

شیخ طوسی نے اپنے رجال میں اصحاب امام حسینؑ

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۵۳ (۲) طبری، ج ۶ ص ۲۵۴
(۳) کتاب ہذا، ص ۶۵-۶۴

میں ان کو ''مالک بن سریع'' کے نام سے درج کیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ سریع ان کے دادا تھے۔ (۱) ان کے باپ کا نام طبری نے عبد لکھا ہے۔ (۲) اور تنقیح المقال میں بھی اسی کی موافقت کی گئی ہے۔ مگر 'ابصار العین' میں ''مالک بن عبداللہ بن سریع'' ہے۔ زیارت شہداء کے بعض نسخوں میں بھی یہی ہے۔ مگر صاحب 'ناسخ' نے جو اس زیارت کو درج کیا ہے تو ''**السلام علی مالک بن عبد بن سریع**'' نقل کیا ہے۔ (۳)

(۷۸) ابوثمامہ صائدی

نام ونسب

عمر بن عبداللہ بن کعب الصائد بن شرجیل بن شراحیل بن عمرو بن جشم بن حاشد بن جشم بن حیزون بن عوف بن ہمدان الہمدانی الصائدی۔ ابوثمامہ ان کی کنیت تھی۔ (۴)

عام طور پر لوگ ''ابوتمامہ صیداوی'' کہتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ ابوثمامہ صحیح ہے۔ اور ''صیداوی'' کے بجائے ''صائدی'' درست ہے۔

شیخ طوسی نے اپنے رجال میں اصحاب امام حسینؑ میں ''عمرو بن عبداللہ انصاری'' درج کیا ہے۔ اس میں وہ متفرد ہیں۔ دوسرے تمام مورخین ''صائدی'' لکھتے ہیں۔ بنوصائد قبیلۂ ہمدان کی ایک شاخ تھے۔ (۵)

اوصاف

وہ عرب کے شہسواروں میں سے اور فرقۂ شیعہ کے ممتاز افراد میں سے تھے۔ (۶)

(۱) تنقیح المقال، ج ۳ ص ۴۹ (۲) طبری، ج ۶ ص ۲۵۳
(۳) ناسخ التواریخ، ج ۶ ص ۳۱۴ (۴) ابصار العین، ص ۶۹
(۵) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۳۳۳ (۶) طبری، ج ۶ ص ۲۰۴

امیرالمومنینؑ کی صحبت سے شرفیاب ہوئے۔ اور حضرت کے ساتھ آپ کے زمانہ کی تمام لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے۔ آپ کے بعد امام حسنؑ کی صحبت اختیار کی اور حضرت کے مدینۂ منورہ کی طرف روانہ ہونے کے بعد وہ کوفہ ہی میں قیام پذیر رہے۔ [۱]

مسلم کی مدد

جناب مسلم بن عقیل امام کی طرف سے نمائندہ ہو کر کوفہ آئے تو ابوثمامہ صائدی ان ممتاز افراد میں سے تھے جنھوں نے آپ کی گرمجوشی کے ساتھ تائید کی۔ جناب مسلم نے ان کے ذمہ یہ خدمت سپرد کی تھی کہ وہ زراعانت اپنے پاس جمع کریں اور اسلحۂ جنگ کی خریداری کریں، اس لئے کہ وہ اس امر میں بڑی واقفیت رکھتے تھے۔ چنانچہ جب معقل غلام ابن زیاد نے فریب کاری سے جناب مسلم کی خدمت میں پہنچ کر جو کچھ رقم لایا تھا وہ پیش کی تو اسے جناب مسلم نے ابوثمامہ ہی کے سپرد کیا جو کہ اس کام پر خصوصیت کے ساتھ معین تھے۔ [۲]

جب ہانی بن عروہ گرفتار ہوئے اور جناب مسلم حالت کے تقاضا سے مجبور ہوکر جنگ پر آمادہ ہوئے، جناب مسلم نے فوج کو مرتب کیا تو عبیداللہ بن عمرو بن عزیز کندی کو کندہ و ربیعہ کے دستہ کا افسر کیا اور ان سے کہا کہ تم آگے آگے سواروں کی جماعت کے ساتھ جاؤ۔ مسلم بن عوسجہ اسدی کو مذحج و اسد کا افسر کیا اور انھیں پیادوں میں جانے کا حکم دیا اور ابوثمامہ صائدی کو تمیم و ہمدان کی افسری عطا کی۔ [۳]

خدمت امام میں حضوری

جس وقت جناب مسلم کی شہادت یقینی ہوگئی، تو ابوثمامہ بھی مثل دوسرے اشخاص کے مخفی ہوگئے اور خفیہ طور پر کوفہ سے نکل کر نافع بن ہلال کے ساتھ روانہ ہوئے اور چونکہ امام مکۂ معظّمہ سے عراق کی طرف روانہ ہو چکے تھے، یہ لوگ راستے میں امام سے ملحق ہوئے۔ [۱]

وفاداری

عاشور کے قبل کسی رات کو عمر بن سعد نے امام کے پاس کثیر بن عبداللہ شعبی کے ہاتھ پیغام بھیجا۔ یہ شخص انتہائی سخت دل اور جاہل سفاک تھا۔ اس نے پیغام لے جانے کے وقت ہی عمر بن سعد کے سامنے اپنی سختی و درشتی کا ان الفاظ میں اظہار کر دیا تھا کہ 'میں جانے کو تیار ہوں اور اگر آپ کہئے تو میں ان کو قتل ہی کر آؤں۔' عمر سعد نے کہا: ''نہیں، یہ منظور نہیں ہے بس تم جا کر اتنا دریافت کرلو کہ آپ کس لئے آئے ہیں۔'' ابوثمامہ نے جو اس کو آتے دیکھا امام سے عرض کیا کہ دیکھئے! آپ کے پاس ایسا شخص آ رہا ہے جو بدترین اہل زمین ہے۔ اور سب سے زیادہ خونریز اور سفاک ہے۔ یہ کہہ کر کھڑے ہوگئے اور آگے بڑھ کر کہنے لگے کہ اپنی تلوار یہیں رکھ دو۔

اس نے کہا: ''یہ ممکن نہیں ہے۔ میں تو پیغام لے کر آیا ہوں۔ اگر تم لوگ سننا پسند کروگے تو میں پیغام پہنچا دوں گا۔ نہیں تو واپس جاؤں گا۔'' ابوثمامہ نے کہا: ''اچھا میں تمہاری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہوں۔ پھر تم جو کہنا چاہتے ہو وہ کہو۔'' اس نے کہا: ''نہیں یہ بھی نہیں ہوگا۔ تمہیں میری تلوار کو چھونا تک نہیں مل سکتا۔'' ابوثمامہ نے کہا: پھر میں وہاں تو نہیں جانے دوں گا۔ جو کچھ کہنا ہو مجھ ہی سے کہہ دو۔ میں اسے تمہاری جانب سے امام تک پہنچا دوں گا۔'' وہ اس پر بھی آمادہ نہیں ہوا اور آپس میں سخت

---

(۱) ابصار العین، ص ۶۹ (۲) طبری، ج ۶ ص ۲۰۴ (۳) طبری، ج ۶ ص ۲۰۷

(۱) ابصار العین، ص ۶۹

کلامی کی نوبت آئی اور وہ واپس چلا گیا۔ آخر دوسرا قاصد بھیجا گیا جس نے پیغام رسانی کے فرض کو انجام دیا۔ [1]

یہ ابوثمامہ کی محبت تھی امام کے ساتھ اور حضرت کی حفاظت کی فکر تھی۔

ممکن ہے جناب عباس کی طرف جو اس طرح کا واقعہ منسوب ہے اس کی بھی کوئی اصلیت ہو لیکن تاریخ میں اس کا پتہ نہیں ہے۔ میں حر کے حالات میں اس کی طرف اشارہ کر چکا ہوں۔

نماز ظہر

ظہر کے قبل جنگ میں شدت ہو چکی تھی حملۂ اولیٰ میں پچاس آدمی شہید ہو چکنے ہی سے اصحاب امام کی تعداد بالکل کم ہو گئی تھی۔ دشمن کو اب یہ فکر تھی کہ کسی طرح جنگ جلدی ختم ہو اور یہ مہم سر کر لی جائے۔ قلت اور کثرت کے غیر متوازن فرق کی وجہ سے حالت یہ تھی کہ ادھر ایک یا دو بھی قتل ہوتے تھے تو نمایاں کمی پیدا ہوتی تھی اور ادھر بہت قتل ہوتے تھے تب بھی کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔

اس حالت کو ابوثمامہ نے دیکھا تو وہ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''مولا میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ اب آپ کے بالکل قریب آ گئے ہیں اور یہ یقینی ہے کہ آپ تک کوئی آنچ نہ آنے پائے گی، جب تک انشاء اللہ میں آپ کے سامنے قتل نہ ہو جاؤں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ نماز جس کا وقت آ گیا ہے آپ کے ساتھ پڑھ لوں پھر خدا کی بارگاہ میں جاؤں۔''

یہ تھا جذبۂ عمل اور شوق طاعت جو اتنے سخت موقع پر نماز کا خیال ان کے پیش نظر کئے ہوئے تھا۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ امام نے تعریف کی اور فرمایا:

----

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۳۳

''تم نے اس وقت نماز کو یاد کیا۔ خدا تم کو نماز گذاروں اور یاد رکھنے والوں میں محسوب کرے۔ ہاں یہ اول وقت نماز کا ہے۔''

اس کے بعد حضرت نے اصحاب سے فرمایا کہ ان لوگوں سے نماز کی مہلت طلب کرو۔ [1]

شہادت

نہیں کہا جا سکتا کہ ابوثمامہ کی یہ تمنا کہ وہ نماز ظہر امام کے ساتھ پڑھ لیں پوری ہوئی یا نہیں۔

مہلت نماز کے مانگنے کے سلسلہ میں جنگ ہو گئی۔ حبیب بن مظاہر شہید ہوئے۔ زہیر بن قین اور حر نے مل کر جہاد کیا جس کے نتیجہ میں حر کی شہادت ہوئی۔

اس کے بعد طبری کے مطبوعہ نسخہ میں، جو میرے سامنے ہے (**الطبعة الاولیٰ بالمطبعة الحسینیة المصریة علی نفقة السید محمد عبداللطف الخطیب و شرکائه**) الفاظ یہ ہیں:-

''وقتل ابو ثمامة الصائدی ابن عم لکان عدوّا له ثم صلوا الظهر صلّی بهم الحسین صلوٰة الخوف۔'' [2]

اس کا ترجمہ جو مجھے کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ ''ابوثمامہ صائدی نے قتل کیا اپنے ایک چچازاد بھائی کو جو ان کا دشمن تھا۔ پھر نماز ظہر ہوئی۔ امام حسینؑ نے اصحاب کے ساتھ نماز خوف کے طور پر نماز ادا کی۔''

اس کا یہ نتیجہ ہو گا کہ ابوثمامہ نماز ظہر میں شریک ہوئے۔ اسی لئے میں ابوثمامہ کو نماز ظہر کے بعد کے مقتولین میں درج کر رہا ہوں۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۶۰ پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

----

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۵۱ (۲) طبری، ج ۶ ص ۲۵۲

(۲۵۶)

بیانِ حالِ مصیبت نہ کر بس اے ذاخؔر
کہ اب کی طبع رہی نظم سے بہت قاصر
کوئی یقین نہ سمجھے گا گر کروں ظاہر
امام عصرؑ مرے رازِ دل سے ہیں ماہر
بڑھے نہ حد کا الم اور نہ مضطرب دل ہو
اگر وہ چاہیں تو آساں ہر ایک مشکل ہو

الحمدللہ تمام شد این مرثیۂ نو تصنیف از فکر ناقص ذاخر لکھنوی الملقب بہ دعبل ہند بتاریخ شب بست و نہم ماہ رجب المرجب ۱۳۴۴ھ در احوال پر ملال جناب حر علیہ السلام مہمان و انصار ابو عبداللہ الحسین صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ و کتابت این مرثیہ ہم از دست ناقص ذاخر لکھنوی الملقب بہ دعبل ہند۔



(بقیہ صفحہ نمبر ۲۰ کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

مولف 'ابصار العین' نے ابوثمامہ کو نماز میں تو شریک قرار دیا ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھنے کے بعد ابوثمامہ نے امام سے عرض کیا کہ ''فرزندِ رسولؐ اب میں چاہتا ہوں کہ اپنے ساتھیوں سے جا کر ملحق ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں باقی رہ جاؤں اور آپ میرے سامنے شہید ہو جائیں۔'' امام نے فرمایا اچھا آگے بڑھو ہم بھی تمہارے بعد آتے ہیں۔ ابوثمامہ آگے بڑھے اور کچھ دیر جنگ کی یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو گئے اس کے بعد ان کے الفاظ یہ ہیں: **فقتلہ قیس بن عبداللہ الصائدی ابن عم لہ کان لہ عدوا و کان ذلک بعد قتل الحر۔**

ان کو قیس بن عبداللہ صائدی ان کے چچازاد بھائی نے جو ان کا دشمن تھا قتل کیا اور یہ حر کے قتل کے بعد کا واقعہ ہے۔''

یہ 'طبری' کے گذشتہ فقرہ سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہاں ابوثمامہ صائدی مقتول ہیں اور ان کا چچازاد بھائی قاتل اور 'طبری' کی عبارت اصل میں یوں ہونا چاہئے کہ: **قتل اباثمامۃ الصائدی ابن عم لہ۔۔۔ الخ**

اس کی تائید یوں ہوتی ہے کہ پھر اس کے بعد کہیں ابوثمامہ کا ذکر نہیں ملتا لیکن اس صورت میں یہ درست نہیں ہے کہ ابوثمامہ نماز ظہر میں شریک ہوئے اور نماز کے بعد قتل ہوئے بلکہ تاریخ صراحت کر رہی ہے کہ یہ نماز ظہر کے قبل کا واقعہ ہے اور نماز اس کے بعد ہوئی ہے۔ ❁❁❁